وحی اور اس کی کیفیتِ نزول
(بعض اعتراضات کا جائزہ)

محمد شمیم اختر قاسمی*

انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے بڑی تعداد میں انبیائے کرام کو مبعوث کیا۔ انہیں صحیفے اور کتابیں بھی عطا کیے، جسے 'وحی' کہا جاتا ہے۔ یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوکر آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوا۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ان سب میں صرف محمدؐ پر وحی کیے جانے کے سلسلے میں خاص طور پر اہل مغرب طرح طرح کے اعتراض کرتے ہیں۔ وحی کو نبیؐ کا لاشعوری واہمہ، اس کے نزول کی کیفیات کو صرع، روحانی وارداتوں کو مغالطہ اور قرآن کو یہود ونصاریٰ کی تعلیمات پر مبنی قرار دیا جاتا ہے۔ اس طرح کے اعتراضات سے ان کا منشا یہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو وحی (قرآن وحدیث) کی حقیقت اور اس کی اصلیت کے بارے میں شک پیدا کردیں تاکہ وہ اس سے حاصل ہونے والے عقائد واحکام کا بہ آسانی انکار کرنے لگیں۔ ذیل میں ان اعتراضات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ یہاں پر پہلے وحی اور نزول وحی کے سلسلے میں کچھ اصولی باتیں بیان کی جارہی ہیں جن سے معترضین کے اعتراضات کی بے وقعتی کو اچھی طرح سمجھا جاسکتا ہے۔

وحی کی ضرورت

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر تین چیزیں ایسی ودیعت کردی ہیں، جن کے ذریعے وہ اچھے اور برے میں تمیز کرسکتا ہے۔ ایک 'حواس'، دوسری 'عقل' اور تیسری 'وحی'۔ کچھ چیزوں کا علم حواس کے ذریعہ ہوتا ہے، کچھ چیزوں کا عقل کے ذریعہ اور جن باتوں کا علم ان دونوں ذرائع سے نہیں ہوتا وہاں وحی کے ذریعہ رہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔ ان میں ترتیب کچھ ایسی ہے کہ جب ایک ذریعہ علم کسی مقام پر پہنچ کر اپنا کام ترک کردیتا ہے تو دوسرا اپنا فعل شروع کردیتا ہے۔ جن باتوں کا علم حواس سے ہوسکتا ہے وہاں عقل رہنمائی نہیں کرتی، اسی طرح اس کے برعکس ہے۔ جب یہ دونوں ذرائع ناکام ہوجاتے ہیں تو لامحالہ تیسرے کی ضرورت پڑتی ہے جو وحی الٰہی ہے۔ یہ وہ اعلیٰ ترین ذریعہ ہے جو انسان کو زندگی سے متعلق ان تمام باتوں کا علم فراہم کرتا ہے جو انسان کی زندگی کے لیے ناگزیر ہے۔ شیخ احمد سرہندی حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:

---

* رکن: ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی، نبی نگر، دھرا، علی گڑھ۔ ۲۰۲۰۰۲ (یوپی) انڈیا

''جس طرح عقلی ادراک کا طریقہ حسی ادراک سے فائق ہے کہ جو چیز حس ظاہر سے نہ معلوم ہو سکے عقل اس کا ادراک کر لیتی ہے۔اسی طرح بلا تشبیہ طورِ نبوت طور عقل سے اعلیٰ اور بالا ہے کہ جن چیزوں کے ادراک سے عقل قاصر، عاجز اور درماندہ ہے وہ چیزیں بذریعہ نبوت وحی معلوم ہو جاتی ہے۔''[۱]

اسی طرح انسان کی ضرورت کی تکمیل اور اس کی رہبری کے لیے نور عقل ہی کافی نہیں، بلکہ نور وحی کی بھی شدید ضرورت ہے۔سورج، چاند، ستارے کی روشنی موجود ہونے کے باوجود نابینا اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔اسی طرح انسان کے اندر آنکھ کی روشنی برقرار ہے، لیکن مذکورہ روشنی نہ ہو، اندھیرا چھایا ہوا ہو، بادل تہ بہ تہ جمے ہوں، زمین بارش کی وجہ سے گیلی ہوگئی ہو، راستہ ناہموار ہو تو ایسے وقت میں آنکھ والا آدمی بھی ٹھوکر کھا سکتا اور اپنی منزل سے ہٹ سکتا ہے۔اگر آنکھوں کی روشنی کے ساتھ نور وحی بھی حاصل ہو جائے تو انسان خطرات سے محفوظ رہ سکتا ہے۔جب تک نور عقل کا تعلق نور وحی کے ساتھ نہ ہوگا، نور عقل ٹھوکریں کھاتی پھریں گی۔ہر قدم پر کفر ومعصیت کے قعر مذلت میں گرنے اور نفس و شیطان کے جال میں پھنسنے کا قوی اندیشہ ہے۔[۲]نور عقل کی صالحیت کے لیے وحی کی شدید ضرورت ہے۔جسٹس محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:

''صرف عقل اور مشاہدہ انسان کی رہنمائی کے لیے کافی نہیں، بلکہ اس کی ہدایت کے لیے وحی ایک ناگریز ضرورت ہے اور چوں کہ بنیادی طور پر وحی کی ضرورت پیش ہی اس جگہ آتی ہے جہاں عقل کام نہیں دیتی۔اس لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وحی کی ہر بات کا ادراک عقل سے ہو ہی جائے۔جس طرح کسی چیز کا رنگ معلوم کرنا عقل کا کام نہیں، بلکہ حواس کا کام ہے، اسی طرح بہت سے معتقدات کا علم دینا عقل کے بجائے وحی کا منصب ہے اور ان کے ادراک کے لیے عقل پر بھروسہ کرنا درست نہیں۔''[۳]

وحی کی حقیقت

وحی وہ ذریعہ علم ہے جس سے اللہ سبحانہ تعالیٰ اپنا کلام اپنے منتخب پیغمبروں تک پہنچاتا ہے۔ان کے واسطے سے یہ انسانوں تک پہنچتا ہے۔یہ اللہ اور اس کے بندوں کے درمیاں ایک مقدس تعلیمی رابطہ کی حیثیت رکھتی ہے۔اس کا مشاہدہ صرف انبیائے کرام کو ہی ہوتا ہے۔دوسرے انسان کے لیے یہ ممکن نہیں کہ ٹھیک ٹھیک اس کی حقیقت کا ادراک کر سکے۔[۴]تاہم علمائے سلف نے اپنی فہم وبصیرت کی روشنی میں اس کی حقیقت واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔مگر اس سے بھی صحیح صورت حال کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: خدا کی طرف سے کسی نبی کے قلب میں کسی چیز کے القا کا نام وحی ہے۔[۵]شیخ محی الدین اکبر

نے وحی کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جو چیز کسی کو حاصل نہیں ہوسکتی ،اس کی حقیقت بھی معلوم نہیں ہوسکتی۔۶ بعض علماء نے حقیقت وحی کی وضاحت کے لیے علمائے متقدمین اور فلاسفہ کی بحثوں کا احاطہ کیا ہے اور ان میں توازن پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔مگر وہ بھی اس نکتہ پر آکر متفق ہوجاتے ہیں کہ اس کا صحیح ادراک بجز خدا اور اس کے رسول کے کسی کو نہیں ہوسکتا۔۷

وحی کے معنی ومفہوم

وحی کے معنی ہیں :اشارہ کرنا،پیغام دینا،دل میں بات ڈالنا،چھپاکر بولنا اور جو کچھ خیال میں ڈالا جاتا ہے۔۸ لیکن اہل لغت کے نزدیک اس کے معنی ہیں کسی سے اس طرح چپکے چپکے باتیں کرنا کہ کوئی دوسرا اس کو سن نہ سکے۔۹ زبیدی نے لکھا ہے کہ 'وحی' اور 'ایحا' عربی زبان کے الفاظ ہیں اور لغت میں ان کے معنی ہیں بہ سرعت کوئی اشارہ کردینا،خواہ یہ اشارہ رمزوکنایہ کے ذریعے کیا جائے خواہ کوئی بے معنی آواز نکال کر خواہ کسی عضو کو حرکت دے کر یا تحریر ونقوش کے ذریعے۔ ہرصورت میں لغۃ اس پر یہ الفاظ صادق آتے ہیں۔۱۰ اشعرائے عرب نے بھی لفظ 'وحی' اور 'ایحا' کو اپنے اشعار میں مختلف معانی میں استعمال کیا ہے۔۱۱ قرآن کریم اور احادیث رسولؐ میں بھی یہ لفظ متعدد معنوں میں وارد ہوا ہے۔چند قرآنی آیات ملاحظہ فرمائیں:

کسی انسان کے دل میں شیطان وسوسہ ڈالتا ہے اس معنی میں اس کا استعمال ہوا ہے:

"وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوّاً شَيَاطِيْنَ الإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِيْ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوراً." (الانعام:۱۱۲)

(اور ہم نے تو اسی طرح ہمیشہ شیطان انسانوں اور شیطان جنوں کو ہر نبی کا دشمن بنایا ہے ،جو ایک دوسرے پر خوش آئند باتیں دھوکے اور فریب کے طور پر القاق کرتے رہتے ہیں۔)

دوسری جگہ فرمایا گیا ہے:

"وَإِنَّ الشَّيَاطِيْنَ لَيُوحُونَ إِلَى أَوْلِيَآئِهِمْ لِيُجَادِلُوكُم."(الانعام:۱۲۱)

(شیطان اپنے ساتھیوں کے دلوں میں شکوک واعتراضات القا کرتے ہیں ،تاکہ تم سے جھگڑا کریں۔)

اللہ تعالیٰ نبی کو احکام سے نوازتا ہے اس کے لیے بھی اسے استعمال کیا گیا ہے:

"فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى." (النجم:۱۰)

(پھر اپنے بندے کی طرف وحی کی جو کرنی تھی۔)

رمزوایما کے طور پر بھی استعمال ہوا ہے:

"فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ مِنَ الْمِحْرَابِ فَأَوْحَى إِلَيْهِمْ أَن سَبِّحُوا بُكْرَةً وَعَشِيًّا." (مریم:۱۱)

(پس وہ (زکریاؑ) محراب سے نکل کر اپنی قوم کے سامنے آئے اور اس نے اشارے سے ان کو ہدایت کی کہ صبح وشام تسبیح کرو۔)

حیوانات کو جو طبعی الہام ہوتا ہے، قرآن نے اس کو بھی وحی سے تعبیر کیا ہے:

"وَأَوْحَى رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتاً وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُون." (النحل:۶۸)

(اور دیکھو تمہارے رب نے شہد کی مکھی پر یہ بات واضح کر دی کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور ٹیٹوں پر چڑھائی ہوئی بیلوں میں اپنے جھتے (گھر) بنا۔)

کسی پر فطری الہام ہوتا ہے اس معنی میں بھی اسے استعمال کیا گیا ہے:

"وَأَوْحَيْنَا إِلَى أُمِّ مُوسَى أَنْ أَرْضِعِيْهِ." (القصص:۷)

(اور ہم نے موسیٰ کی ماں کے دل میں بات ڈالی کہ تم ان کو دودھ پلاؤ۔)

وحی کام کرنے کے معنی میں بھی وارد ہوا ہے:

"وَأَوْحَى فِيْ كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا." (فصلت:۱۲)

(اور ہر آسمان میں اس کا قانون نافذ کر دیا ہے۔)

غیر ذی روح کے لیے بھی اس لفظ کو استعمال کیا گیا ہے اور مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ اپنے احوال بتائیں:

"يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا. بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَى لَهَا." (الزلزال:۴-۵)

(اس دن (روز قیامت) زمین اپنی خبریں بیان کرے گی، یہ اس لیے کہ تیرے رب نے اسے یہی حکم دیا ہے۔)

ان آیات پر غور کریں تو وحی کے تعلق سے تین باتیں سامنے آتی ہیں۔ پہلی یہ کہ وحی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کو کام کرنے کا طریقہ اور سلیقہ سکھاتا ہے۔ اسے وحی جبلی یا طبعی کہا جاتا ہے۔ دوسری یہ کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو کسی خاص بات سے متعلق کوئی ہدایت یا علم دیتا ہے یا نذیر بناتا ہے۔ اسے وحی جزئی کہا جاتا ہے۔ ان دونوں سے مختلف وحی نبوت ہے جو انبیاء اور رسولوں کے لیے خاص ہے۔ اس پر ایمان لانا اور اس کی پابندی انسانوں پر فرض ہے۔[۱۲]

شرعی اصطلاح میں وحی خاص اس ذریعہ غیبی کا نام ہے جس میں کسی نبی کو بغیر کسی قسم کی نظر و فکر، محنت و اکتساب

، تجربہ و استدلال کے محض اللہ تعالیٰ کے فضل وعنایات سے کوئی بات معلوم ہو جائے۔اس لفظ کا استعمال اس خاص معنی میں اس کثرت سے ہوا ہے کہ اس میں منقول شرعی بن گیا ہے۔اس لیے جب کسی نبی کے ذکر میں وحی کا لفظ بولا جاتا ہے تو لامحالہ یہی معنی مراد ہوتے ہیں۔جس طرح صلوٰۃ، زکوٰۃ، حج کے لغوی معنی اگرچہ مصطلحات شرعیہ سے مختلف ہیں لیکن شریعت اسلامی میں یہ الفاظ مخصوص ہو چکے ہیں۔لہٰذا ان کے علاوہ کسی دوسرے معنی میں یہاں تک کہ لغوی معنی میں بھی بلا قرینہ ان کا استعمال درست نہیں۔ یہی حال وحی کا بھی ہے۔سیاق وسباق میں قرینہ موجود ہو تو اس کے دوسرے معنی مراد لیے جاسکتے ہیں ورنہ نہیں۔[۱۳]

'وحی' اور 'الہام' میں فرق

'الہام' کے معنی ہیں کسی کے دل میں کوئی بات ڈال دینا۔[۱۴] تاج العروس میں اس کے معنی یہ بیان کیے گئے ہیں: فیض الٰہی کے طور پر کسی فکر وخیال کا دل میں اتار دینا ہے۔[۱۵] قرآن میں یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا." (الشمس:۸)

(پھر اس کی بدی اور اس کی پرہیز گاری اس پر الہام کردی۔)

حدیث رسولؐ میں یہ لفظ اسی معنی میں وارد ہوا ہے:

"اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ."[۱۶]

(اے اللہ میرے قلب میں ہدایت ڈال دے اور میرے نفس کو شر سے بچا۔)

اصطلاحاً الہام کا لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی تصور یا کسی خیال کو غیر شعوری طور پر بندے کے دل ودماغ میں اتار دینے کے لیے استعمال ہوا ہے۔[۱۷] راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ یہ لفظ ایسی بات کے القا کے ساتھ مخصوص ہو چکا ہے جو اللہ کی طرف سے دل ودماغ میں ڈالی جاتی ہے۔[۱۸] ابن اثیر کے مطابق الہام وحی کی ایک قسم ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس سے سرفراز فرماتا ہے۔[۱۹] وحی کی طرح الہام بھی علم وادراک کا سرچشمہ ہے۔[۲۰] البتہ دونوں میں تھوڑا سا فرق ہے۔وحی انبیاء کے ساتھ مخصوص ہے، جب کہ الہام نبی اور غیر نبی دونوں کے لیے عام ہے۔نبی کو جو الہام ہوتا ہے اس کا علم اسے ہوتا ہے کہ یہ من جانب اللہ۔جب کہ غیر نبی کو اس کا علم نہیں ہوتا۔انبیاء کا الہام دین کے لیے حجت ہے۔اولیاء اللہ اور خدا کے دوسرے نیک بندوں کا الہام حجت نہیں۔[۲۱] کیوں کہ ان کے الہام میں صواب وخطا دونوں کا کھٹکا لگا رہتا ہے۔جب کہ نبی کا الہام صواب کے سوا کسی بات کا احتمال نہیں رکھتا۔[۲۲]

وحی کی اہم صورتیں

منجانب اللہ پیغمبروں کو جو وحی کی جاتی ہے اس کی متعدد صورتیں ہیں۔درج ذیل آیت سے ان صورتوں کا پتا چلتا ہے:

"وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِن وَرَاء حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولاً فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ." (الشوریٰ:۵۱)

(کسی بشر کا یہ مقام نہیں کہ اللہ سے روبرو بات کرے،اس کی بات یا تو وحی (اشارے) کے طور پر ہوتی ہے یا پردے کے پیچھے سے یا پھر کوئی پیغام بر (فرشتہ) بھیجتا ہے اور اس کے حکم سے جو کچھ چاہتا ہے وحی کرتا ہے۔)

کلام بالوحی/کلام الٰہی،کلام پس پردہ/وحی قلبی اور کلام بذریعہ قاصد/وحی مَلَکی۔یہ تین صورتیں وحی کی ہوتی ہیں۔حضرت محمدؐ پر ان تینوں طریقوں سے وحی کی گئی ہے۔سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ نبی کو خدا سے بات کرنے کا وہ مرتبہ حاصل ہے جہاں حبیب ومحبوب کے درمیان قاصد و پیام برسرے سے بے گانہ تھے۔جہاں زمان ومکان اور جلوہ ونگاہ کی شرکت بھی مخل تنہائی تھی،جہاں نہ کوہ سینا تھا،نہ برق طور،دشت وایمن تھا نہ نخل وادی،صورت سرمدی سامعہ نواز تھی اور حقیقت محمدی گوش سامع۔وہ موقعہ معراج کا ہے۔فَاَوْحیٰ اِلٰی عَبْدِہٖ مَااَوْحیٰ.۲۳(تب اس نے اللہ کے بندے کو وحی پہنچائی جو وحی بھی اسے پہنچانی تھی۔)

کلام بالوحی:

اس صورت میں اللہ تعالیٰ براہ راست رسول کو اپنی ہم کلامی کا شرف عطا فرماتا ہے۔فرشتہ کا واسطہ نہیں ہوتا۔نبی کو جو آواز سنائی دیتی ہے وہ مخلوق کی آواز سے جدا عجیب وغریب کیفیت کی ہوتی ہے،جس کا ادراک عقل کے ذریعہ ممکن نہیں۔جو انبیاء اسے سنتے ہیں وہی اس کیفیت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔وحی کی یہ صورت تمام قسموں میں افضل ہے۔نص قرآنی اس پر موجود ہے:وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوسَى تَكْلِيمًا. (النساء:۱۶۴)

وحی قلبی:

اس میں باری تعالیٰ براہ راست نبی کے قلب کو مسخر فرما کر کوئی بات اس کے دل میں ڈال دیتا ہے۔اس میں بھی فرشتے کا واسطہ نہیں ہوتا اور نہ نبی کی قوت سامعہ اور حواس کا دخل ہوتا ہے۔اس میں کوئی آواز بھی سنائی نہیں دیتی،بلکہ کوئی بات قلب میں جاگزیں ہوجاتی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ بات اللہ کی طرف سے آئی ہے۔یہ کیفیت بیداری میں بھی ہوسکتی ہے اور خواب میں بھی۔حضرت ابراہیمؑ کو اپنے بیٹے کی قربانی کا حکم اسی

طرح دیا گیا: إِنِّیْ أَرَی فِیْ الْمَنَامِ أَنِّیْ أَذْبَحُکَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَی. (الصافات:۱۰۲) (میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں، پس تیری کیا رائے ہے۔)

وحی مَلکی:

اللہ تعالیٰ اپنا پیغام کسی فرشتے کے ذریعے نبی تک پہنچاتا ہے۔بعض اوقات فرشتہ نظر نہیں آتا،صرف اس کی آواز سنائی دیتی ہے اور بعض مرتبہ وہ کسی انسان کی شکل میں سامنے آ کر پیغام الٰہی پہنچا دیتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ نبی کو اپنی اصلی صورت میں نظر آ جائے۔لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے۔[۲۴]

وحی 'خاص' کی قسمیں

وحی 'عام' کا تعلق اپنے لغوی معنی سے ہے،اس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔البتہ وحی کی ایک دوسری قسم وحی 'خاص' بھی ہے اور اس کا تعلق انبیاء و رسل سے ہے۔اس میں قرآن اور حدیث دونوں شامل ہیں۔اس لیے علمائے اسلام نے دونوں کے درمیاں فرق کرنے کے لیے مندرجہ ذیل قسمیں بیان کی ہیں:

۱۔ وحی متلو:

قرآن مجید شروع سے آخر تک وحی متلو ہے۔جس کی قرأت نماز میں یا دوسری عبادت و ریاضت میں مطلوب و مقصود ہے نیز حصول ثواب اور رہنمائی حاصل کرنے کے لیے بھی اس کی تلاوت کی جاتی ہے۔یہ الفاظ اور معنی دونوں پر مشتمل ہے۔اس میں بس وہی بیان ہوا ہے جسے اللہ نے اپنے فرشتوں کے ذریعہ نبیؐ پر نازل کیا ہے۔اس میں کسی کمی بیشی کا کوئی امکان نہیں۔ارشاد ربانی تعالیٰ ہے:

"وَإِنَّهُ لَتنزِيْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ .نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِيْن." (الشعراء:۱۹۲-۱۹۳)

(رب العلمین کی نازل کردہ چیز ہے،امانت دار روح الامین کے ذریعے آپ پر نازل کیا گیا ہے۔)

۲۔ وحی غیر متلو:

جیسا کہ خود اس لفظ سے واضح ہے کہ وہ وحی جس کی تلاوت ضروری نہیں۔اس کا اطلاق حدیث نبویؐ پر ہوتا ہے۔یہ بھی شریعت کا اہم جز ہے۔اپنے الفاظ کے لحاظ سے خدا کا کلام نہیں ہے۔لیکن اپنے معنی و مطلب کے اعتبار سے فرمان خداوندی ہے۔[۲۵] اس میں صرف مضامین وحی کیے گئے ہیں،تعبیر و تشریح آپؐ نے فرمائی ہے اور ایسا کلام بھی وحی پر دلالت کرتا ہے۔کیوں کہ نبی کی مرضی کا اس میں دخل نہیں ہوتا۔آیت قرآنی سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے:

''وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوَى .إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى.'' (النجم:۳-۴)

(وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتا، یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔)

حدیث نبویؐ میں بھی اس کی صراحت موجود ہے کہ اللہ نے قرآن کے علاوہ ایک دوسری چیز بھی آپ کو وحی کی ہے:

''آگاہ رہو مجھے قرآن بھی دیا گیا ہے، نیز اس جیسی دوسری تعلیمات بھی۔عنقریب ایک شکم سیر آدمی مسند سے ٹیک لگائے بیٹھا ہوگا اور وہ یہ کہے گا کہ قرآن کو پکڑے رہو۔اس نے جس چیز کو حلال قرار دیا ہے، حلال سمجھو اور جس چیز کو حرام قرار دیا ہے حرام جانو۔خبردار رہو! جس چیز کو رسولؐ نے حرام ٹھہرایا ہے وہ بھی خدا کے حرام کردہ اشیا کے مانند ہے۔''۲۶

قرآن کی تعبیر وتشریح نبیؐ نے کی ہے جس کی تفصیل حدیث میں ملتی ہے۔وحی غیر متلو کی پابندی اور اس پر عمل کرنے کی تاکید قرآن میں موجود ہے۔باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا.'' (الحشر:۷)

(جو کچھ رسولؐ تمہیں دیں وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو روکیں اس سے رک جاؤ۔)

اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ وحی متلو اور اور وحی غیر متلو (قرآن وحدیث) دونوں اللہ تعالیٰ کی جانب سے قلب نبوی پر القا کیے جاتے تھے۔۲۷ جو حدیث صحیح سند اور تواتر سے ثابت ہوجائے اس کے وحی الٰہی ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔حدیث بھی قرآن کی طرح حجت ہے۔اس حیثیت سے اس پر ایمان لانا ضروری ہے کہ یہ حدیث ہے، بلکہ اس حیثیت سے بھی اس کا ماننا ہمارے لیے ضروری ہے کہ یہ وحی الٰہی ہے۔کیوں یہ رسول اللہؐ کی رہنمائی کے لیے آتی تھی۔اور لوگوں تک وہ اللہ کے الفاظ میں نہیں بلکہ حضور کے ارشادات، فیصلوں اور کاموں کی صورت میں پہنچتی تھی۔اگر ایک شخص یہ تسلیم کرتا ہے کہ نبی کے پاس پہلی قسم کی وحی آسکتی ہے تو آخر اسے یہ ماننے میں کیا چیز مانع ہے کہ اسی نبی کے پاس دوسری چیز بھی آسکتی ہے؟ اگر قرآن کا معجزانہ کلام ہمیں یہ یقین دلانے کے لیے کافی ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہوسکتا ہے تو کیا رسول پاکؐ کی معجزانہ زندگی اور آپ کے معجزانہ کارنامے ہمیں یہ یقین نہیں دلاتے کہ یہ بھی خدا ہی کی رہنمائی کا نتیجہ ہیں۔۲۸

حدیث قدسی

'حدیث قدسی' بھی وحی غیر متلو میں داخل ہے۔یہ احادیث کی ایسی قسم ہے جس میں معنی اللہ تعالیٰ کے اور الفاظ محمدؐ کے ہوتے ہیں۔البتہ یہ قرآن سے مختلف ہے۔اسے احادیث طیبہ اور احادیث ربانیہ بھی کہا جاتا ہے۔یہ زیادہ تر

اخبار احاد پر مبنی ہے اور یہ ظنی الثبوت ہے۔حدیث قدسی کے متعلق یہ ضروری نہیں کہ جبرئیل امین کے ذریعے سے پہنچے،یہ الہام بھی کیا جاتا تھا۔خواب کی حالت میں بھی آتی تھی۔ڈاکٹر صبحی صالح لکھتے ہیں:علماء اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ احادیث قدسیہ کا معنی و مفہوم من جانب اللہ ہوتا ہے۔اکثر علماء کے نزدیک احادیث قدسیہ منزل من اللہ ہوتی ہیں۔۲۹

احادیث قدسیہ میں اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت،اس کی رحمت ووسعت اور اس کے جودوکرم کا ذکر ہوتا ہے۔دیگر احادیث کی طرح احادیث قدسیہ پر بھی نقد وجرح کی جاسکتی ہے۔کیوں کہ یہ باعتبار طرق اور راوی کے صحیح حسن،اور ضعیف بھی ہوسکتی ہے۔احادیث قدسیہ اپنے الفاظ کے اعتبار سے معجزہ نہیں۔ان کی تلاوت کو عبادت کا درجہ حاصل نہیں۔ان کو قرآن کریم کے نام سے یاد نہیں کیا جاتا۔احادیث قدسیہ میں وحی کے خاص طریقوں کی پابندی نہیں کی گئی۔جو شخص احادیث کے الفاظ و معنی سے بخوبی آگاہ ہو،اس کے لیے ان کی روایت بالمعنی درست ہے۔۳۰

نزول وحی کے طریقے

کتب احادیث میں رویائے صادقہ کو نبوت کا چھیالیسواں جز قرار دیا گیا ہے۔۳۱اس سے بعض علماء نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ نبیؐ پر وحی چھیالیس طریقوں سے کی جاتی تھی۔۳۲لیکن اس کی تفصیل نہیں ملتی۔البتہ جو مشہور طریقے ہیں ان کی تعدا آٹھ ہیں۳۳وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ رویائے صادقہ:یعنی سچا خواب۔اس سے نبیؐ پر وحی کی ابتدا ہوئی۔آپؐ جو کچھ رات کو خواب میں دیکھتے بعینہ وہی واقعہ رونما ہوجاتا۔اس کی تائید حضرت عائشہؓ کی حدیث سے ہوتی ہے۔۳۴

۲۔ نَفَثَ فی الرُّوع یا القاء فی القلب:دل میں پھونکنا یا کوئی بات دل میں ڈالنا۔فرشتہ آپؐ کو دکھائی دیئے بغیر وحی کردہ الفاظ آپ کے قلب میں ڈال دیتا تھا۔اس کی تائید حضور کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں آپؐ نے رزق کی تکمیل کے بعد ہی انسان کے مرنے کا ذکر کیا ہے۔۳۵

۳۔ تمثّل مَلَکْ:فرشتہ کسی انسان کی شکل میں آپؐ کو مخاطب کرتا اور جو کچھ وہ کہتا آپؐ کو یاد ہوجاتا۔اس صورت میں کبھی کبھی صحابہ بھی فرشتے کو دیکھتے تھے۔بسا اوقات فرشتہ صحابی رسولؐ حضرت دحیہ کلبیؓ کی شکل میں آتے تھے۔۳۶اس طریقے سے وحی کیے جانے کی مثال حدیث 'احسان' ہے۔۳۷

۴۔ صَلْصَلَۃِ الجرَس:گھنٹی کی آواز کا سنائی دینا۔اس کی کیفیت یہ ہوتی کہ جب آپ پر وحی آنے والی ہوتی تو پہلے سے آپ کو مخصوص آواز سنائی دینے لگتی۔جیسے ہی یہ آواز آپ کے کانوں میں پہنچتی،آپ پوری طرح بار وحی کو برداشت کرنے کے لیے تیار اور چاک وچوبند ہوجاتے۔اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے

،جس میں آپ نے فرمایا: اَحْیَانًا یَاتِیْنِی مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرْسِ. ۳۸ (کبھی کبھی وحی میرے پاس گھنٹی کی آواز کی طرح آتی ہے۔) یہ کیفیت آپ پر بہت سخت ہوتی تھی۔

۵۔ **فرشتہ کا اپنی اصل شکل میں آنا:** جسے آپؐ دیکھتے اور براہ راست ان سے وحی الٰہی اخذ کرتے تھے۔بیش تر علما ء کا خیال ہے کہ جبرئیلؑ کو ان کی اصل شکل میں دیکھنے کا واقعہ حضورؐ کے ساتھ دو مرتبہ پیش آیا۔ایک مرتبہ معراج میں 'سدرۃ المنتہیٰ' کے پاس اور ایک دفعہ کسی دوسرے مقام پر۔غالباً مقام 'اجیاد' میں ۔۳۹

۶۔ **وحی بلاواسطہ:** یعنی بغیر کسی واسطے کے براہ راست اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی کی،جیسا کہ شب معراج میں نماز پنج گانہ فرض کیے جانے کا واقعہ رونما ہوا۔

۷۔ **کلام بلا واسطہ:** کسی واسطہ کے بغیر پس پردہ اللہ تعالیٰ کا آپ سے کلام کرنا۔و کلم الله موسیٰ تکلیما کی طرح اللہ نے آپ سے گفتگو فرمائی۔

۸۔ اللہ تعالیٰ کا روبرو بغیر حجاب کے گفتگو کرنا۔امام ابن قیم لکھتے ہیں کہ وحی کے اس طریقے کو علماء کی ایک بڑی جماعت نے تسلیم نہیں کیا ہے۔۴۰

قرآن لفظاً اور معناً وحی الٰہی ہے

جس طرح قرآن کے مضامین منجانب اللہ ہیں،اسی طرح اس کے الفاظ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہیں۔قرآن کریم کی متعدد آیتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ قرآن لفظا اور معنا وحی الٰہی ہے اور اس کا نزول عربی زبان میں ہوا ہے۔چند آیتیں ملاحظہ فرمائیں:

"اِنَّآ أَنزَلْنَاهُ قُرْآناً عَرَبِیّاً لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُون." (یوسف:۲)

(ہم نے اسے نازل کیا ہے قرآن بنا کر عربی زبان میں تا کہ تم (اہل عرب) اس کو اچھی طرح سمجھ سکو۔)

ایک دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے:

" وَکَذَلِکَ أَنزَلْنَاهُ قُرْآناً عَرَبِیّاً وَصَرَّفْنَا فِیْهِ مِنَ الْوَعِیْدِ لَعَلَّهُمْ یَتَّقُون." (طٰہٰ:۱۱۳)

(اور اے نبیؐ اسی طرح ہم نے اسے قرآن عربی بنا کر نازل کیا ہے اور اس میں طرح طرح سے تنبیہات آئی ہیں،شاید یہ لوگ کج روی سے بچیں۔)

ایک جگہ قرآن کو ایک مسلم حقیقت کے طور پر متعارف کرایا گیا ہے:

"قُرآناً عَرَبِیّاً غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُون." (الزمر:۲۸)

(ایسا قرآن جو عربی زبان میں ہے،جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں ہے۔)

ایک آیت کے اندر قرآن کو حکما وحی الٰہی کہا گیا ہے اور اس کا نزول عربی زبان میں بتایا گیا ہے:

"وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا." (الرعد:۳۷)

(اسی ہدایت کے ساتھ ہم نے یہ فرمان عربی تم پر نازل کیا ہے۔)

ان آیتوں سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن لفظ، معنی، مطلب کے اعتبار سے وحی الٰہی ہے۔محض معنی ومطالب کے القا اور ایحا کے کوئی معنی نہیں ہوتے۔ظاہر ہے کہ جس طرح معنی کا زبان سے اظہار بغیر لفظ کے نہیں ہوسکتا، اسی طرح معنی کا دل میں تعین بھی الفاظ کے بغیر ناممکن ہے۔مندرجہ ذیل آیت سے اس نکتہ کی بڑی اچھی وضاحت ہوتی ہے:

"يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ." (آل عمران:۱۶۴)

(جو اس کی آیات انہیں سناتا ہے، ان کی زندگیوں کو سنوارتا اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے۔)

آپؐ کے ذمے دو فرائض تھے۔ایک آیت اللہ کی تلاوت۔دوسرے اس کی تعلیم۔تلاوت الفاظ کی ہوتی ہے نہ کہ معنی کی۔پہلے کا تعلق الفاظ قرآن سے ہے اور دوسرے کا معنی سے۔شیخ عبدالعظیم زرقانی فرماتے ہیں: قرآن کریم کے الفاظ اور معنی دونوں بہ اتفاق بذریعہ وحی نازل ہوئے ہیں۔[۴۱] امام ابن تیمیہ نے فرمایا کہ قرآن حرف وصوت دونوں کا نام ہے، جسے نمازوں میں پڑھا جاتا ہے اور جس کی تلاوت کی جاتی ہے۔یہ جبرئیل امین کے ذریعے آپؐ پر وحی کی گئی ہے۔جبرئیل امین نے اسے خدائے تعالیٰ سے اخذ کیا، ان سے محمدؐ نے اور مسلمانوں نے نبی اکرمؐ سے سنا۔یہی سلف وخلف کا مذہب ہے۔کتاب وسنت اور اجماع میں اس کے بہ کثرت دلائل موجود ہیں۔[۴۲] بعض علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ صرف مضامین اللہ کی طرف سے ہیں۔الفاظ حضرت جبرئیلؑ کے یا حضورؐ کے ہیں۔[۴۳] یہ درست نہیں ہے۔اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ جب قرآن کی کوئی آیت نازل ہوتی تو حضورؐ کوشش کرتے کہ بہ عجلت تمام اسے دہرالیں تاکہ وہ پوری طرح محفوظ ہوجائے۔اس تعجیل پر اللہ نے آپ کو منع کیا اور یقین دلایا:

"لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ. إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ. فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ. ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَه." (القیامۃ:۱۶-۱۹)

(اے نبیؐ اس وحی کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دو، اس کو یاد کرادینا اور پڑھوادینا ہمارے ذمہ ہے۔لہٰذا جب ہم اسے پڑھ رہے ہوں، اس وقت تم اس کی قرأت کو غور سے سنتے رہو، پھر اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ذمہ ہے۔)

نبیؐ پر وحی کا آغاز خواب کی حالت میں کیوں ہوا؟

متعدد مستند روایتوں سے پتا چلتا ہے کہ نبیؐ پر وحی کا آغاز رویائے صادقہ یعنی سچے خواب سے ہوا۔ جو کچھ آپ رات کو خواب میں دیکھتے حدیث عائشہؓ کے مطابق صبح کی روشنی کی طرح ظاہر ہو جاتا۔[۴۴] ابن ابی جمرہ/حجرہ فرماتے ہیں کہ رویائے صالحہ کو صبح کے ساتھ اس لیے تشبیہ دی گئی ہے کہ ہنوز آفتاب نبوت نے طلوع نہ کیا تھا، جس طرح صبح کے ساتھ صبح صادق کی روشنی طلوع آفتاب کا دیباچہ ہے، اسی طرح رویائے صالحہ نبوت و رسالت کے طلوع کا دیباچہ تھا۔[۴۵] جو کام آپؐ کے ذمے سپرد کیا جانے والا تھا وہ کوئی ایسا نہ تھا کہ اچانک اس بارگراں کو برداشت کرلیا جائے ۔ضروری تھا کہ کسی نہ کسی صورت میں اس کے لیے آپ کو آمادہ کیا جائے اور اس کا مشاہدہ کرایا جائے۔ چنانچہ خواب یعنی رویائے صادقہ کے ذریعہ اس بارگراں کو اٹھانے کے لیے آپ کو آمادہ کیا گیا۔ جب آپ اس سے پوری طرح آشنا ہوگئے تو پھر حالت بیداری میں آپ پر وحی (بہ شکل قرآن) کی گئی اور آپ کو نبوت کے منصب اعظم پر نہ صرف فائز کیا گیا، بلکہ کارنبوت کو بھی آپ کے سامنے واضح اور آشکارا کیا گیا۔[۴۶] حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ پر عالم بیداری میں جو بہ صورت قرآن نازل ہونے والا تھا اور جس چیز کو جبرئیل امین لانے والے تھے ،رویائے صادقہ کی وحی اس کے لیے تمہید کی حیثیت رکھتی تھی، تاکہ آپ خود کو خوارق عادت وحی کے شدائد کے تحمل کا عادی بنا سکیں۔ چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ باقاعدہ وحی کا آغاز ہوا تو ابتدا میں آنحضرتؐ جسمانی اور ذہنی طور پر اس سے بہت متاثر ہوئے۔[۴۷]

نزول وحی کے وقت آپؐ پر طاری کیفیت

نزول وحی کی جو حکمت اوپر بیان ہوئی ہے اس کو سمجھنے کے لیے اس کیفیت کو بھی ذہن میں رکھنے کی ضرورت ہے جو نزول کے وقت آپؐ پر طاری ہوا کرتی تھی۔ قرآن کریم میں ایک جگہ ارشاد ہوا ہے:

"إِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلاً ثَقِيْلا." (المزمل:۵)

(اے نبیؐ ہم آپ پر ایک ثقیل اور گراں کلام نازل کریں گے۔)

ایک دوسری آیت میں قرآن کی عظمت و ثقالت کو اس طرح آشکارا کیا گیا ہے:

"لَوْ أَنزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعاً مُّتَصَدِّعاً مِّنْ خَشْيَةِ اللَّه." (الحشر:۲۱)

(اگر ہم نے یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتار دیا ہوتا تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے دبا جارہا ہے اور پھٹا جارہا ہے۔)

قرآن کی عظمت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جبرئیلؑ جو کچھ اللہ سے اخذ کرتے اسے لے کر تنہا

ہی محمدؐ کے پاس نہیں آجاتے، بلکہ سخت حفاظتی دستوں کی نگرانی میں آتے تھے، تاکہ شیطان اس میں کسی بھی طرح خلل اندازی نہ کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا ۝ لِّيَعْلَمَ أَن قَدْ أَبْلَغُوا رِسَالَاتِ رَبِّهِمْ." (الجن:۲۷-۲۸)

(وہ بھیجتا ہے اس کے آگے اور پیچھے چوکیدار، تاکہ وہ جانے کہ انہوں نے پہنچادیا ہے اپنے رب کے پیغام کو)

بہ شکل قرآن آپ پر جو وحی کی جانے والی تھی وہ کوئی معمولی چیز نہ تھی، بلکہ بڑی اہمیت کی حامل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب پہلی بار جبرئیل امین قرآن کی شکل میں وحی لے کر آئے تو آپ پر اس کا غیر معمولی اثر ہوا۔ بہت گھبرائے اور ہانپتے کانپتے حضرت خدیجہ کے پاس پہنچے، اور اپنی کیفیت بیان کی۔ انہوں نے آپ کو تسلی دی اور آپ کی خوبیوں کے پیش نظر کہا کہ اللہ آپ کو ضائع نہ کرے گا۔ تب جا کر آپ کو اطمینان ہوا۔[۴۸] یہ تردد، یہ ہیبت، یہ اضطراب جلال الٰہی کا تاثر (اور نبوت کے بارگراں کی عظمت کا تخیل) تھا، آپ نے کیا دیکھا؟ ناموس اعظم نے کیا کہا؟ کیا کیا مشاہدات ہوئے یہ وہ نازک باتیں ہیں جو الفاظ کا تحمل نہیں کرسکتیں۔[۴۹] مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ لکھتے ہیں:

"نزول وحی کیفیت کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے لیے پہلے یہ بات ذہن نشیں رہنی چاہیے کہ نبی کو اچانک اس صورت حال سے سابقہ پیش آیا تھا۔ آپ کو اس سے پہلے کبھی یہ گمان بھی نہ گزرا تھا کہ آپؐ نبی بنائے جانے والے ہیں۔ نہ اس کی کوئی خواہش آپ کے دل کے کسی گوشے میں موجود تھی۔ نہ اس کے لیے آپ پہلے سے کوئی تیاری کررہے تھے اور نہ اس کے متوقع تھے کہ ایک فرشتہ اوپر سے پیغام لے کر آئے گا۔ آپ خلوت میں بیٹھ بیٹھ کر مراقبہ اور عبادت ضرور فرماتے تھے، لیکن نبی بنائے جانے کا کوئی تصور آپ کے حاشیہ خیال میں بھی نہ تھا۔ اس حالت میں یکایک غار حرا کی اس تنہائی میں فرشتہ آیا تو آپ کے اوپر فطرتاً اس پہلے عظیم اور غیر معمولی تجربے سے وہی گھبراہٹ طاری ہوئی جو لامحالہ ایک بشر پر طاری ہونی ہی چاہیے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ کیسا ہی عظیم الشان بشر ہو۔ یہ گھبراہٹ بسیط نہیں بلکہ مرکب نوعیت کی تھی۔ طرح طرح کے سوالات حضورؐ کے ذہن میں پیدا ہورہے تھے، جنہوں نے طبع مبارک کو سخت خلجان میں مبتلا کردیا تھا۔ کیا واقعی میں نبی ہی بنایا گیا ہوں؟ کیا مجھے سخت آزمائش میں تو نہیں ڈال دیا گیا ہے؟ یہ بارِ عظیم آخر میں کیسے اٹھاؤں گا؟ لوگوں سے کیسے کہوں گا کہ میں تمہاری طرف نبی مقرر ہوا ہوں؟ لوگ میری بات کیسے مان لیں؟ آج تک جس معاشرے میں عزت کے ساتھ رہا ہوں اب لوگ میرا مذاق اڑائیں گے اور مجھے دیوانہ کہیں گے۔ اس جاہلیت کے ماحول سے آخر میں کیسے لڑسکوں گا؟ غرض اس طرح کے نہ معلوم کتنے سوالات ہوں گے جو آپ کو پریشان کررہے ہوں گے۔ اسی وجہ سے جب آپ گھر پہنچے تو کانپ رہے تھے۔ جاتے ہی فرمایا مجھے اڑھادو، مجھے اڑھادو۔"[۵۰]

چوں کہ مہتم بالشان اور بابرکت کلام کا نزول ہمیشہ ہوتا رہا، اس لیے آپ پر اس کلام ثقیل کا اثر نمایاں رہتا۔ جب آپؐ سے صحابہ کرام نے نزول وحی کی کیفیت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا 'صلصلۃ الجرس' والی کیفیت میرے لیے بڑی سخت ہوتی ہے۔ ۵۱ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو سخت جاڑوں کے دنوں میں بھی آپ کی پیشانی مبارک پسینہ سے شرابور ہوجاتی تھی۔ ۵۲ حضرت عُبادہ بن صامت روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ پر جب وحی نازل ہوتی تو آپ مضطرب ہوجاتے اور چہرہ مبارک کا رنگ بدل جاتا، آپ اس وقت اپنا سر نیچا کر لیتے اور صحابہ کرام آپ کے پاس ہوتے تو وہ بھی اپنا سر جھکا لیتے۔ وحی کی تکمیل کے بعد آپؐ اپنا سر اٹھاتے۔ ۵۳ ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت زیدؓ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اس طرح کہ آپ کی ران ان کی ران پر تھی۔ اسی دوران وحی آگئی۔ حضرت زید کا بیان ہے کہ وحی کا اتنا بوجھ محسوس ہوا کہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ پارہ پارہ ہوجائے گی۔ ۵۴ اسی شدت کا حال صفوان بن یعلٰی نے بھی بیان کیا ہے جو انہیں سفر حج کے دوران دیکھنے کو ملا۔ ۵۵ ایک اور حدیث میں ہے کہ جس اونٹنی پر آپؐ سوار ہوتے اور اس دوران وحی آجاتی تو وہ وحی کے بوجھ سے دبی جاتی یہاں تک کہ وہ اپنا سینہ زمین پر ٹیک دیتی۔ ۵۶ اس طرح کی شدت سے اگر کسی کو اچانک واسطہ پڑ جائے تو اضطراب میں پڑ جانا کوئی بعید نہیں۔ اس لیے آپ کو پہلے پہل خواب دکھائے گئے تاکہ آپ اس بوجھ کو اٹھانے کے لیے آمادہ ہوجائیں۔ بے چینی و بے قراری تو آپ کی بہ تدریج زائل ہوگئی تاہم نزول وحی کی کیفیت بہ دستور باقی رہی۔ ۵۷

ایک نامانوس شکل سے گھبرانا اور کلام عظیم کو اخذ کرنے کے بعد نبی کی کیفیات میں تغیر ہونا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ نہ یہ صرف محمد کے ساتھ خاص ہے، بلکہ انبیاء کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ ان کے ساتھ بھی ایسی صورت پیش آئی تھی۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے عصاء معجزہ عطا کیا تو حکم دیا:

"وَأَنْ أَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَّلّٰى مُدْبِراً وَّلَمْ يُعَقِّبْ يَا مُوسَى أَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ إِنَّكَ مِنَ الْآمِنِينَ." (القصص:۳۱)

(اور (حکم دیا گیا) پھینک دے اپنی لاٹھی۔ جوں ہی کہ موسیٰ نے دیکھا کہ وہ لاٹھی سانپ کی طرح بل کھا رہی ہے تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگا اور اس نے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ (ارشاد ہوا) موسیٰ پلٹ اور خوف نہ کر، تو بالکل محفوظ ہے۔)

موسیٰ کا ڈرنا اور بھاگنا طبیعت بشریہ کا تقاضا تھا۔ ان کی اس کیفیت سے ان کی نبوت کا ابطال نہیں ہوتا تو محمدؐ کی نبوت کا انکار کیوں کر کیا جا سکتا ہے۔ بشریت پر دفعتاً ملکیۃ کے غلبہ سے آپ کا مرعوب اور خوف زدہ ہونا کوئی

مستبعد نہیں۔۵۸

کیا نبیؐ کو اپنی نبوت کے بارے میں شک تھا؟

پہلی وحی بہ شکل قرآن اخذ کرنے کے بعد ایک عرصے تک وحی کی آمد کا سلسلہ موقوف رہا۔ان دنوں آپؐ پریشان رہتے کہ جبرئیل امین اور ان سے قبل رویائے صادقہ کے ذریعہ نبی منتخب کیے جانے کا جو یقینی اور غیبی اشارہ ملا تھا وہ کیوں رک گیا۔اس توقف کی آپؐ اپنے آپ میں مختلف توجیہ کرتے اور اپنے بے چین دل کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتے۔اسی حقیقت کی تلاش میں پہاڑوں کا چکر لگاتے، جہاں سے نزول وحی کا آغاز ہوا تھا۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

''وحی بند ہوگئی،جس سے رسول اللہؐ اس قدر غمگین ہوئے کہ کئی بار بلند وبالا پہاڑ کی چوٹیوں پر تشریف لے گئے کہ وہاں سے لڑھک جائیں۔لیکن جب کسی پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے کہ اپنے آپ کو لڑھکا لیں تو حضرت جبرئیلؑ نمودار ہوتے اور فرماتے:اے محمدؐ اللہ آپ اللہ کے رسول برحق ہیں اور اس کی وجہ سے آپ کا اضطراب تھم جاتا،نفس کو قرار آجاتا اور آپ واپس آجاتے۔پھر جب آپ پر وحی کی بندش طویل پکڑ جاتی تو آپ پھر اسی جیسے کام کے لیے نکلتے،لیکن جب پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے تو حضرت جبرئیل نمودار ہوکر پھر وہی بات دہراتے۔''۵۹

اس حزن و اضطراب کی بھی معاندین اسلام نے غلط تعبیر کی ہے اور یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ نعوذ باللہ نبیؐ کو اپنی نبوت کے بارے میں شک تھا۔اس لیے وہ پہاڑوں کا چکر لگاتے اور وہاں سے خود کو ہلاک کرلینا چاہتے تھے۔حالاں کہ یہ حزن اور بے چینی شک کی بنا پر نہیں،اعزازِ خداوندی کے رک جانے کی وجہ سے تھی۔جیسا کہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

''آپ کا یہ ارادہ شدت حزن کی وجہ سے ہوتا تھا،جیسا کہ روایت میں تصریح ہے۔کیوں کہ محبوب ترین چیز ایک مرتبہ حاصل ہونے اور لذت کے چکھ لینے کے بعد دفعتا بند ہوجائے تو غمگینی ہونی ہی چاہیے۔دیکھو نفسانی عشق مجازی میں کہ جب کسی کا محبوب جدا ہوجائے تو اس کو کس درجہ کی شدت حزن لاحق ہوتی ہے اور اس حزن وغم میں کیا کچھ کرلیتا ہے۔بہت سے خودکشی کرلیتے ہیں۔غلبہ حال کی بنا پر آپ کا یہ ارادہ ہوتا تھا اور یہ اشتیاق وغلبہ حال خود دلیل ہے تیقن کا۔باقی رہا شرعی مسئلہ کہ خودکشی حرام ہے۔اولا اس وقت احکام شرعیہ نازل نہیں ہوئے تھے۔ثانیا یہ کہ وہ محض 'ھم' (ارادہ) تھا،'ھم' تو حرام وکبیرہ نہیں ہے،نہ عصمت کے خلاف ہے: **ولقد همت به وهم بها**۔باقی رہا جبرئیل کا قول،سو وہ تردد زائل کرنے کے لیے نہیں بلکہ جبرئیل کے کلام کا مطلب یہ تھا کہ آپ غمگین نہ ہوں،کیوں کہ یہ بند ہوجانا عارضی ہے اور کسی حکمت کی بنا پر کچھ وقت کے لیے بند کردیا گیا

ہے ،عنقریب پھر آپ کو وہ ملنے والی ہے۔کیوں کہ آپ تو واقعی اللہ کے رسول ہیں اور رسالت کی تکمیل ہو کر رہے گی۔اس بات سے غلبہ حال جاتا رہتا اور حزن میں تخفیف ہو جاتی۔''۶۰

نبی کو اپنے عقیدہ وخیال میں دوسروں کی طرح شک وشبہ نہیں ہوتا ،کیوں کہ ان کا رشتہ براہ راست خدا سے ہوتا ہے جو ان کی ہر وقت رہنمائی کرتا رہتا ہے۔اس لیے ان کے اعتقاد پر حرف زنی کرنا گم راہی ہے۔قاضی عیاض لکھتے ہیں:

''خوب جان لے کہ جس چیز کا اللہ کی توحید اور معرفت،ایمان ووحی سے تعلق ہے ،وہ حضرات انبیاء کو نہایت کامل اور واضح طریق سے معلوم ہوتی ہے۔حضرات انبیاء کو خدا کی ذات وصفات کا علم یقینی ہوتا ہے۔معاذ اللہ کسی چیز سے بے خبر نہیں ہوتے اور نہ ان کو اس بارے میں کوئی شک وتردد ہوتا ہے اور اس چیز سے پاک ومنزہ ہوتے ہیں جو اس کی معرفت ویقین سے منافی ہو۔اسی پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔دلائل واضحہ اور براہین قاطعہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضرات انبیاء کے عقائد میں کوئی غلطی نہیں ہوتی۔''۶۱

کیا اس کیفیت کا تعلق مرگی سے ہے؟

نزول وحی کے وقت آپ پر جو کیفیت طاری ہوتی تھی اس کا اندازہ اس وقت موجود لوگوں کو بھی ہوتا تھا۔مگر جیسے ہی یہ سلسلہ منقطع ہوتا آپ اپنی اصل حالت پر فوراً ہی لوٹ آتے۔یہ بات کسی بھی طرح آپ پر صادق نہیں آتی کہ دوران وحی آپ پر مرگی کا دورہ پڑتا تھا یا کسی دوسرے عارضہ میں مبتلا ہو جاتے۔یہ معمولی تغیر کیوں واقع ہوتا تھا اس میں بڑی مصلحت تھی۔خالد مسعود لکھتے ہیں:

''نبیؐ کے جسم پر طاری ہونے والی یہ کیفیات دیکھنے والوں کو نظر آتیں ،لیکن ان کے باطن میں کیا ہو رہا ہوتا اس کو جاننے کا کسی کے پاس ذریعہ نہ تھا۔یہ رسول اللہ ﷺ اور جبرئیل امین کے درمیان کا معاملہ ہوتا۔گھنٹی کی آواز یا بھنبھناہٹ بھی صرف حضورؐ ہی سنتے۔آپ کے ساتھی اس سے بے خبر ہوتے۔ہوسکتا ہے یہ آواز آپ کو متوجہ کرنے کے لیے آتی ہو اور اس وقت تک جاری رہتی ہو جب تک وحی مکمل نہ ہو جاتی ہو۔جہاں تک جسمانی تغیرات کا تعلق ہے ،یہ اس لیے واقع ہوتے کہ رسول اللہؐ کا رابطہ عالم ناسوت سے نکل کر عالم لاہوت میں فرشتہ کے ساتھ ہوتا۔آپ کو اس میں غیر معمولی مشقت پیش آتی ......اس کیفیت سے نکلنے کے بعد زندگی بخش معجز کلام آپ کی زبان مبارک سے ادا ہوتا اور آپ فوراً اس کی رہنمائی میں ساتھیوں کو نئی ہدایات دیتے اور پیش آمدہ مسائل کو حل فرماتے۔وحی آپ کے لیے قوت اور تسکین کا باعث بنتی اور آپ کو اپنے کام کے لیے ولولہ تازہ مہیا کرتی۔وحی شدہ کلام آپ اپنے دوست ودشمن ،حلیف وحریف سب کو گوش گزار کرنے پر مامور تھے۔اس لیے

آپ کو نئی وحی نازل ونے کا ہمیشہ انتظار رہتا" ۶۲ؔ

کچھ دنوں کے لیے وحی کی آمد کا سلسلہ موقوف ہوگیا جسے 'فترۃ وحی' کہا جاتا ہے تو اس وقت آپ کو اس کا شدت سے انتظار رہتا۔دوبارہ وحی کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا تو آپ کی وفات تک جاری رہا، بلکہ آخری دنوں میں تو وحی کی آمد کی کثرت ہوگئی تھی۔اب آپ کو جبرئیل امین سے اس قدر انسیت ہوگئی تھی کہ آپ چاہتے تھے کہ ان سے زیادہ ملاقات کا موقع ملے۔آخر میں آپ نے اپنی اس خواہش کا اظہار بھی فرمادیا کہ تم اس سے بھی زیادہ میرے پاس کیوں نہیں آتے۔ان کی طرف سے انہیں کی زبانی اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

"وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَٰلِكَ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا." (مریم:۶۴)

(اے نبیؐ! ہم تمہارے رب کے حکم کے بغیر نہیں اترا کرتے، جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے ہے اور جو کچھ اس کے درمیان ہے ہر چیز کا مالک وہی ہے اور تمہارا رب بھولنے والا نہیں ہے۔)

چھوٹی موٹی بیماری میں مبتلا شخص جب اپنی بیماری کی تکلیف اور شدت سے شفا پاتا ہے تو یہی چاہتا ہے کہ آئندہ اس تکلیف میں مبتلا نہ ہو۔مرگی تو بہت سخت اور مہلک بیماری ہے۔جب اس کا دورہ پڑتا ہے تو اس کی جو حالت ہوتی ہے اس کا اندازہ وہی شخص کرسکتا، یا تھوڑا بہت اندازہ دیکھنے والے کو ہوتا ہے۔اکڑنا، ہاتھ پاؤں بھینچنا، منہ سے جھاگ نکلنا، چھٹ پٹانا اور چہرے کا پیلا پڑجانا اس کا خاصہ ہے۔اسے کہاں ہوش رہتا کہ خارجی چیز کا ادراک کرسکے۔اس تکلیف دہ بیماری میں مبتلا ہونے کی تمنا اور آرزو وہی شخص کرسکتا ہے جس کا دماغی توازن بگڑا ہوا ہو یا وہ اپنی زندگی سے مایوس ہوچکا ہو۔نعوذ باللہ نبیؐ وحی کے نزول کے وقت کبھی اس طرح کی کیفیت سے دوچار نہ ہوئے۔حیاۃ طیبہ کا شروع سے آخر تک مطالعہ کیجئے تو یہ بات واضح طور پر نظر آئے گی کہ آپؐ بہت تندرست وتوانا اور صحت مند شخصیت کے مالک تھے، پوری زندگی میں کبھی کبھار ہی بیمار ہوئے، ایسی کسی بیماری میں کبھی مبتلا نہ ہوئے جس سے آپ کے اہل خانہ اور اصحاب تجسس میں پڑگئے ہوں، سوائے زندگی کے آخری ایام کے۔نبیؐ کے متعلق اس طرح کی باتوں کا انتساب مستشرقین کی علمی بددیانتی ہے۔ایسے لوگوں کی اور خاص طور سے سر ولیم میور (جس نے اپنی کتاب میں اس عارضہ کو بڑے زور وشور سے آپ سے منسوب کیا ہے) کی اس دروغ گوئی کا پردہ سرسید احمد خاں اور دوسرے علماء نے فاش کیا ہے۔۶۳ؔ اسپرنگر نے بھی اس فرضی عارضہ کا اصل تعلق حضورؐ کی ماں سے جوڑا اور کہا کہ زمانہ حمل میں وہ ایسے ویسے خواب دیکھا کرتی تھیں جو از قسم خرافات میں سے تھے، اس کا منفی اثر حضورؐ کی جسمانی قویٰ پر بھی

پڑا۔۶۴؎ حالاں کہ ان باتوں کی تردید خود مستشرقین نے بھی کی ہے۔اپنی اسلام دشمنی میں شہرت رکھنے کے باوجود منٹگمری واٹ لکھتا ہے:

''(نزول وحی کے وقت) کبھی کبھی کچھ جسمانی عوارض بھی پیش آتے تھے۔آپ کو شدید درد کا احساس ہوتا،کانوں میں گھنٹی کی آواز سنائی دیتی،جب وحی کا نزول ہوتا تو پاس کھڑے ہوئے لوگ شدید سردی کے عالم میں بھی آپ کے چہرے پر پسینے کے موتی دیکھتے۔اس قسم کی چیزوں سے مغربی نقادوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ آپ مرگی کے مریض تھے۔لیکن اس خیال کی کوئی حقیقی بنیاد نہیں ہے۔مرگی انسان کو ذہنی اور جسمانی طور پر کم زور کردیتی ہے،لیکن محمدؐ میں اس قسم کے کوئی آثار نظر نہیں آتے۔اس کے برعکس آخر تک آپ کے تمام ذہنی اور جسمانی قویٰ واضح طور پر صحیح اور سلامت تھے۔''۶۵؎

اس بیماری کا انتساب کرتے وقت کم از کم اس بات پر تو ضرور غور کرنا چاہیے کہ یہ کتنی وزن دار ہے۔یہ بیماری کیا ہے،کیسے لوگوں کو یہ عارضہ ہوتا ہے اور اس کی نوعیت کیا ہوتی ہے؟ اس کو جاننے اور سمجھنے کے لیے ماہر ڈاکٹر اور طبی کتابوں کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔چیمبرز انسائیکلو پیڈیا میں اس بیماری کی صورت اور کیفیت مندرجہ ذیل بیان کی گئی ہے:

''صرع اس بیماری کو کہتے ہیں جس میں دفعتاً بے ہوشی طاری ہو اور اعصاب تنفس کے تشنج اور سانس لینے کے منفذ کے بند ہونے سے اعصاب اختیاری بے اختیار شدت سے بھڑکنے لگیں اور کبھی کبھی سانس بالکل بند ہوجائے۔اس بیماری کا مریض اکثر پاگل ہوجاتا ہے اور بسا اوقات اس کا حافظہ جاتا رہتا ہے اور اس میں تیزی اور چستی نہی رہتی اور ایسی مردہ دلی اس پر چھاجاتی ہے جو اس کو دنیا کے باقاعدہ کاروبار سے معذور کردیتی ہے۔بدہضمی بھی اکثر ہوتی ہے اور تمام قوائے جسمانی میں ضعف اور ناطاقتی گھر کر جاتی ہے،جس کی وجہ سے مصروع کے چہرہ سے دائمی نقاہت کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔یہ بات کچھ بعید نہیں ہے کہ اس کے ساتھ مصروع کے ذہن میں اپنی ضعف ونقاہت کا یقین بہ خوبی جم جاتا ہے اور مشقت طلب اشغال سے نفرت ہوجاتی ہے۔بالخصوص ایسے اشغال سے جن میں اس پر عام اندازہ سے زیادہ نظر پڑیں۔''۶۶؎

کیا نزول وحی میں آپؐ کی خواہش کا دخل تھا؟

وحی الٰہی کے نزول میں آپؐ کی خواہش اور مرضی کا ذرہ برابر بھی دخل نہیں تھا۔مرضی مولیٰ تھی کہ جب چاہا اس کی لذت سے اپنے نبی کو آشنا کرادیا اور انسانیت کے لیے راہ سبیل نکال دی۔'فترت وحی' خود اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ کی مرضی اور خواہش کے مطابق وحی کا نزول نہ ہوتا تھا۔اگر ایسا ہوتا تو آپ کو اس قدر حزن وملال نہ

ہوتا۔بعض مواقع پر بہت سے سنگین مسائل پیدا ہوجاتے ، اس وقت فوری رہنمائی کی ضرورت درپیش ہوتی ،مگر آپ کو سخت انتظار کرنا پڑتا۔ایسے وقت میں کفارومشرکین کو مزید موقع مل جاتا کہ وہ آپ کا مذاق اڑائے۔اس وقت آپ کچھ نہ کرپاتے اورصبر وتحمل سے کام لیتے۔ایک مرتبہ کفار نے آپ سے چند سوالات کیے، اگلے دن جواب دینے کا وعدہ کیا یہ سوچ کر کہ اس دوران اللہ تعالیٰ کی رہنمائی حاصل ہوجائے گی ۔مگر آپ ان شاء اللہ کہنا بھول گئے۔کئی دنوں تک وحی نہیں آئی اور جب آئی تو اس تاکید کے ساتھ:

”وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَداً. إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ وَاذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ.“ (الکہف:۲۳-۲۴)

(کسی شئے کے متعلق یہ ہرگز نہ کہو کہ میں کل یہ کردوں گا،مگر ان شاء اللہ اس کے ساتھ ضرور لگالیا کرو اور اگر بھول جاؤ تو جب یاد آجائے تو اسی وقت ان شاء اللہ کہہ لوتا کہ اس بھول کی تلافی ہوجائے۔)

خود آپؐ کی گھریلو زندگی میں منافقین نے ایک طوفان برپا کردیا تھا اور ام المومنین حضرت عائشہؓ کی عصمت وعفت کوتارتار کرنے کی تمام سازشیں عنقریب کامیاب ہونے والی تھیں،سوائے اس کے کوئی چارہ نہ رہ گیا تھا کہ وحی کے ذریعہ ہی حق وناحق کا فیصلہ ہو۔ ایک ماہ کے بعد وحی آئی اور ان کو اس بہتان عظیم سے پاک وصاف بتایا گیا۔(النور:۱۲)

یہ بات الگ ہے کہ بعض مواقع پر وحی نہیں آتی تھی پھر بھی آپ شریعت کا موقف واضح کرتے ۔لیکن اپنے اس موقف کو قرآن سے بالکل الگ تھلگ رکھتے جب تک کہ اس کی تائید یا اشارہ کسی نہ کسی طرح آپ کو مل جاتا۔

وحی انبیاء سابقین پر بھی آتی تھی

حضرت آدم علیہ السلام سب سے پہلے انسان بھی ہیں اور سب سے پہلے رسول بھی۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک مسلسل انبیاء ورسل آتے رہے۔آخر میں حضرت محمدﷺ کی بعثت ہوئی۔کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں کتنے صاحب کتاب ہوئے اس کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے۔بعض روایتوں سے تین سو پندرہ کا پتا چلتا ہے۔[۶۷] لیکن قرآنی تفصیلات کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان سب پیغمبروں کی جانب اللہ نے وحی کی تھی۔ارشاد ربانی تعالیٰ ہے:

” إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِن بَعْدِهِ وَأَوْحَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالأَسْبَاطِ وَعِيسَى وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ

وَسُلَيْمَانَ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُوراً. وَرُسُلاً قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِن قَبْلُ وَرُسُلاً لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ وَكَلَّمَ اللّهُ مُوسَى تَكْلِيماً. رُّسُلاً مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلاَّ يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللّهُ عَزِيزاً حَكِيماً.'' (النساء:۱۶۳-۱۶۵)

(اے نبیؐ ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے جس طرح نوحؑ اور اس کے بعد کے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی۔ہم نے ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ،اسحٰقؑ،یعقوبؑ،اور اولاد یعقوبؑ، عیسیٰؑ،ایوبؑ، یونسؑ،ہارونؑ اور سلیمانؑ کی طرف بھیجی ۔ہم نے داؤدؑ کو زبور دی۔ہم نے ان رسولوں پر بھی وحی نازل کی جن کا ذکر ہم اس سے پہلے کر چکے ہیں اور ان رسولوں پر بھی جن کا ذکر تم سے نہیں کیا۔ہم نے موسیٰؑ سے اس طرح گفتگو کی جس طرح کی جاتی ہے ۔یہ سارے رسول خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے بھیجے گئے تھے،تاکہ ان کو مبعوث کردینے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت نہ رہے اور اللہ بہر حال غالب رہنے والا اور حکیم و دانا ہے۔)

مذکورہ آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پیغمبروں کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا گیا تھا۔انہیں اس طرح بھی وحی کی جیسے کسی آدمی سے گفتگو کی جاتی ہے۔اسی طرح کسی کو خواب دکھائے جاتے ، کسی کو بیداری میں صرف آواز سنائی دیتی،کسی کو فرشتے سے روبرو گفتگو کرائی جاتی ۔اس طرح وہ مختلف طریقوں سے پیغام الٰہی کو سنتے اور اخذ کرتے ہیں۔باوجود ان جداگانہ کیفیات کے یہ امر مشترک ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا ایک غیر عام فہم تعلق عالم بالا سے ہوتا اور یہ تعلق وحی کہلاتا ہے ۔جو ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہے۔۶۸ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو بقول ڈاکٹر صبحی صالح:

''محمدؐ کوئی نرالے رسول نہ تھے۔اسی طرح آپ کی دعوت بھی باقی انبیاء سے کوئی الگ تھلگ چیز نہ تھی۔کیوں کہ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر خدا کے چیدہ و برگزیدہ بندے لوگوں کو خدا کا پیغام سناتے چلے آئے تھے۔ان کی اپنی خواہشات کو اس میں کوئی دخل نہ تھا۔جو وحی ان پر نازل ہوئی اور اس کے ذریعے اللہ نے ان کو اپنی تائید و حمایت سے نوازا وہ آں حضور پر نازل کردہ وحی سے کسی طرح بھی مختلف نہیں تھی۔سب انبیاء پر نازل شدہ وحی ہر لحاظ سے بالکل ہم رنگ و ہم آہنگ ہے۔کیوں کہ وحی کا مصدر و مآخذ بھی ایک ہے اور اس کی غرض و غایت بھی متحد۔''۶۹

ایک ہی شئی کے بعض اجزا کے ابطال سے اس کے کل کا بطلان ضروری ہے ۔مگر چوں کہ معاندین کو صرف محمد

سے نفرت وعداوت ہے اس لیے وہ ان پر حرف زنی کے مرتکب نہیں ہوتے ، کیوں کہ ایسا کرنے میں خود ان کا مذہب مشکوک ہوکر رہ جائے گا،لیکن نبیؐ کی نبوت پر طعن وتشنیع سے زبان نہیں تھکتی۔حالاں کہ یہ ایسی واضح حقیقت ہے کہ جس کے اندر بھی دیانت داری ہوگی اور اس کے پیش نظر علم کا حقیقی مقصد ومفہوم متحضر ہوگا وہ اس قسم کی خرافات سے ہمیشہ اپنے آپ کو دور رکھے گا۔بعض مستشرقین نے بھی تسلیم کیا ہے کہ نبیؐ پر جو وحی کی گئی ہے وہ کوئی نئی چیز نہیں بلکہ وہ وہی ہے جو سابقہ انبیاء پر کی جاتی تھی۔ پروفیسر ادوار مونتیہ لکھتے ہیں:

''محمدؐ ٹھیک اسی طرح سچے نبی تھے جس طرح قدیم زمانہ میں انبیاء بنی اسرائیل سچے نبی تھے۔انہی پیغمبروں کی طرح محمد بھی خواب دیکھتے تھے اور وحی الٰہی ان پر اترتی تھی۔دینی عقیدہ اور وجود الوہیت کا زبردست خیال اپنے اسلاف پیغمبروں کی طرح ان پر بھی چھایا ہوا تھا اور انہی کی طرح محمد میں وہ نفسی الہام اور شخصیت میں وہ افزوئی پیدا ہوتی تھی جن دونوں سے عقل انسانی میں تجلیات ،وحی اور اسی قبیل کے روحی احوال کی گنجائش نکلتی ہے۔''[۷۰]

بعض دوسرے مستشرقین نے بھی نبیؐ پر وحی کیے جانے کو اسی طرح تسلیم کیا ہے جس طرح ان سے پہلے انبیاء کو کی جاتی تھی۔چنانچہ ایٹین ڈینیہ لکھتا ہے:

''جب خدائے رحمٰن کی رافت ورحمت اپنے بندوں پر نازل ہوتی ہے تو وہ ان کے پاس اپنے رسول کے واسطہ سے وحی بھیجتا ہے۔ایک یادگار رات یعنی شب قدر میں پورا قرآن لوح محفوظ سے دنیوی آسمان پر نازل کیا گیا۔اسی مبارک شب میں قرآن کی پہلی آیتیں حضرت محمدؐ پر اتاری گئیں۔حضرت جبرئیل کو حضرت محمد نے دیکھا ،یہ وہی فرشتے ہیں جو خدا کے نبی حضرت دانیال اور حضرت مریم کے پاس بھی آئے تھے۔حضرت جبرئیل آنحضرت کے پاس مختلف شکل وصورت میں تشریف لاتے تھے۔''[۷۱]

کیا قرآن کا تعلق خواب سے ہے؟

وحی کا آغاز خواب (رویائے صادقہ) سے ہوا۔وحی کے مذکورہ معروف سات طریقوں میں سب سے سخت اور پریشان کن صلصلة الجرس والی کیفیت تھی۔اس کے بعد دوسری مشکل کیفیت وہ ہوتی کہ جب جبرئیل امین اپنی اصل شکل میں آتے تھے۔اے حضورؐ پر پہلی وحی بہ شکل قرآن جو آئی وہ سورہ علق کی ابتدائی چند آیات ہیں۔اس کے نزول کی کیفیت سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس وقت حضور کے پاس وحی لے کر فرشتہ اپنی اصلی یا تمثلی شکل میں آیا۔اس وجہ سے آپ پر گھبراہٹ طاری ہوئی۔اب اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وحی کا آغاز رویائے صادقہ سے ہوا،قرآن کی شکل میں پہلی وحی آئی وہ فرشتہ مذکورہ شکل میں لے کر آئے ،تو کیا قرآن کی بقیہ آیات یا سورۃ میں سے کسی کے نزول کا تعلق خواب سے ہے کہ نہیں ؟ جملہ تصریحات سے یہی پتا چلتا ہے کہ قرآن کا تعلق خواب سے نہیں ہے ۔صحیح مسلم میں

حضرت انسؓ کے حوالے سے ایک روایت نقل کی گئی ہے اس میں کہا گیا ہے کہ ایک سورۃ حضورؐ پر نیند کی حالت میں نازل ہوئی:

''بَیْنَارَسُوْ لُ اللہِ ذَاتَ یَوْمٍ بَیْنَ اَظْھُرِنَا،اِذَااُغْفِی اِغْفَاء ۃً،ثُمَّ رَفَعَ رَاسَہ مُتَبَسِّماً،فَقُلْنَا:مَا اَضْحَکَ یَا رَسُوْ لَ اللہِ قَالَ اُنْزِلَتْ عَلَیَّ اٰنِفاً سُوْرَۃٌ فَقَرَاء بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم،اِنَّا اَعْطَیْنَاکَ الْکَوْثَرَ.فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ .اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ.''۳۳ے

(حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ مسجد میں ہمارے درمیان تھے،اچانک آپ پر ایک قسم کی نیند یا بے ہوشی کی کیفیت طاری ہوئی،پھر ہنستے ہوئے آپ نے سر مبارک اٹھایا،ہم نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ آپ کے ہنسنے کا سبب کیا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ مجھ پر اسی وقت ایک سورۃ نازل ہوئی ہے،پھر آپ نے بسم اللہ کے ساتھ سورہ کوثر کی تلاوت فرمائی۔)

اس حدیث میں جس اونگھ کا ذکر ہوا ہے،اس سے مراد نیند نہیں ہے بلکہ وحی کی شدت اور کیفیت مراد ہے جو حضورؐ پر طاری ہوا کرتی تھی۔یہ کیفیت بھی اس لیے طاری ہوتی تھی تا کہ آپ دنیا سے غافل ہو جائیں ،روحانیت آپ کی بشریت پر غالب آجائے۔جیسا کہ علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں:

''امام رافعی نے اپنی 'امالی' میں تحریر کیا ہے کہ اس حدیث سے سمجھنے والوں نے یہ بات سمجھی ہے کہ سورۃ کا نزول اسی غفلت کی حالت میں ہوگیا تھا اور اسی بنا پر انہوں نے کہا ہے کہ ایک قسم کی وحی رسول اللہؐ پر حالت خواب میں بھی آتی تھی۔کیوں کہ انبیاء کا خواب دیکھنا بھی وحی ہے اور گو یہ بات صحیح ہے۔مگر یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ تمام قرآن کا نزول حالت بیداری میں ہی ہوا ہے اور گویا اس وقت آنکھ جھپکنے میں رسول اللہؐ کے دل میں سورۃ الکوثر کا خیال آگیا،جس کا نزول حالت بیداری میں ہوگیا تھا یا اس حالت میں کوثر آپ کے پیش نظر لایا گیا جس کا ذکر اس سورہ میں ہے اور آپ نے اسے صحابہ کو پڑھ کر سنایا اور اس کی تفسیر ان سے بیان کردی۔بعض روایتوں میں یہ بات آتی ہے کہ آپ پر اس وقت غشی طاری ہوگئی تھی اور ممکن ہے کہ اس بات کو اس حالت پر محمول کیا جائے جو رسول پاکؐ پر وحی کے وقت طاری ہو جایا کرتی تھی ،جس کو اصطلاح میں 'برحاء الوحی' کہا جاتا ہے۔میں کہتا ہوں کہ رافعی نے نہایت دل نشیں بات کہی ہے اور میں بھی اسی کی کرید کرنا چاہتا تھا۔حقیقت یہ ہے کہ رافعی کی پچھلی تاویل زیادہ صحیح اور حقیقت سے قریب تر ہے کیوں کہ رسول پاکؐ کا یہ فرمانا کہ مجھ پر سورہ کا نزول اسی وقت ہوا ہے،اس بات کی تردید کرتا ہے کہ اس سورہ کا نزول اس سے پہلے ہوا۔بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اسی حالت میں اس کا نزول ہوا اور وہ جھپکی اور غفلت نیند کی نہ تھی بلکہ وہ ویسی ہی حالت میں تھی جو رسول پاکؐ پر وحی اترتے وقت طاری ہو جایا کرتی تھی۔''۳۴ے

حوالہ جات وحواشی

۱۔ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، ج:۳،ص:۴۰

۲۔ عبدالجبار اعظمی، امداد الباری شرح صحیح البخاری، مکتبہ حرم، مراد آباد، ۱۴۰۴ھ، ج:۲،ص:۳۲۱

۳۔ جسٹس محمد تقی عثمانی، علوم القرآن، مکتبہ نعیمیہ، دیوبند، ۱۹۹۴ء، ص:۲۷

۴۔ محمد انور شاہ کشمیری، فیض الباری علیٰ صحیح البخاری، مطبع حجازی، قاہرہ، ۱۹۳۸ء، ج:ص:۱۴

۵۔ ایضا

۶۔ ایضا

۷۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادی لکھتے ہیں: ''وحی کی اصل حقیقت کیا ہے؟ اس کا صحیح علم تو بجز خدا کے اور کسے ہوسکتا ہے۔ البتہ فلاسفہ نے اپنی بساط کے مطابق کچھ پتا چلانے کی فکر کی ہے۔ لیکن اس کا حاصل اس سے زیادہ نہیں ہے کہ وحی کے امکان وجواز میں جو بہ ظاہر عقلی استبعاد نظر آتا ہے اسے دور کریں اور یہ ثابت کردیں کہ علم واطلاع کے جس ذریعہ غیبی کو وحی کہتے ہیں اس کا تحقق انسان کے باطنی قویٰ اور ملکات کی دریافت وتحقیق کی روشنی میں ناممکن نہیں ہے۔ فلاسفہ یونان کے تتبع میں متکلمین اسلام نے بھی اس روش کو اختیار کیا ہے اور انہوں نے بھی فلسفہ کی تحقیق اور اس کی اصطلاحات کی روشنی میں وحی کی حقیقت کا کھوج لگانے کی سعی کی ہے تاکہ وہ ان اعتراضات واشکال کا جواب دے سکیں جو وحی ایسی مابعد الطبیعی چیزوں پر فلسفہ کی طرف سے کیے جاتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان آئمہ اسلام کی نیت نہایت مبارک اور پاک تھی اور اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو اجر جزیل بھی عطا ہوگا لیکن اس راہ سے اصلی حقیقت کا سراغ پانے میں کس حد تک کامیاب ہوسکے ہیں؟ اس کا جواب نہایت مشکل ہے۔'' (سعید احمد اکبر آبادی، وحی الٰہی، ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۷۰ء، ص:۲۶-۲۷)

۸۔ ابن منظور، لسان العرب، بذیل مادہ وحی۔ نیز دیکھئے: ڈاکٹر عبداللہ بن محمد القربی، المعرفۃ فی الاسلام: مصادرھا ومجالاتہا، دار عالم الفوائد، ریاض، مکۃ الکرمہ، ۱۴۱۹ھ، ص:۳۱-۳۲،

۹۔ لسان العرب، مادہ وحی

۱۰ الزبیدی، تاج العروس، دار لیبیا بنغازی، ۱۳۸۶ء، ج:۱،ص:۳۸۴

۱۱۔ عربی اشعار کے لیے ملاحظہ کریں: لسان العرب، مادہ وحی

۱۲۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم الاحادیث، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، ۲۰۰۵ء، ج:۲،ص:۲۰

۱۳۔ امداد الباری شرح صحیح البخاری، ج:۲،ص:۳۳۴

۱۴۔ راغب اصفہانی، مفردات القرآن، بذیل مادہ ل ھ م۔ تفصیلی مطالعہ کے لیے ملاحظہ کریں: ڈاکٹر عبداللہ بن محمد القربی، المعرفۃ فی الاسلام: مصادرھا ومجالاتہا،ص:۳۱-۳۲

۱۵۔ تاج العروس، بذیل مادہ ل ھ م

۱۶۔ ابوعیسی ترمذی، جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب قصة تعليم الدعاء

۱۷۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، تفسیر سورۃ الشمس کے ضمن میں

۱۸۔ مفردات القرآن، بذیل مادہ ل ھ م

۱۹۔ مجد الدین ابی السعادات المبارک المعروف بابن اثیر، النہایہ فی غریب الحدیث والاثر مطبع عثمانیہ، مصر، ۱۳۱۱ھ، ج:۴،ص:۲۷

۲۰ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۹۸۰ء، ج:۳،ص:۲۰۹

۲۱۔ ملاجیون، نور الانوار، مطبع مجتبائی، دہلی، ص:۲۱۴

۲۲۔ ایضا

۲۳۔ سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبیؐ، دار المصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ۲۰۰۳، ج:۳،ص:۲۲۴

۲۴۔ علوم القرآن، ص:۳۱-۳۲

۲۵۔ سیرۃ النبی، ج:۳،ص:۲۳۳

۲۶۔ سلیمان بن الاشعث، سنن ابوداؤد، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنة

۲۷۔ پرفیسر یٰسین مظہر صدیقی، وحی حدیث، بیت الحکمت، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص:۱۵

۲۸۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، سنت کی آئینی حیثیت، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، ۲۰۰۵ء، ص:۲۴۵

۲۹۔ ڈاکٹر صبحی صالح، علوم القرآن (ترجمہ اردو: غلام احمد حریری) فرید بک ڈپو، دہلی، ۲۰۰۳ء، ص:۳۷۔ مناع خلیل القطان، مباحث علوم القرآن، دار السعودیہ للنشر، ۱۹۷۱ء، ص:۲۲-۲۶

۳۰۔ ڈاکٹر محمد محمد ابوزہو، تاریخ حدیث ومحدثون (مترجم اردو: غلام احمد حریری) کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند، ۲۰۰۴ء، ص:۲۰

۳۱۔ محمد بن اسمٰعیل البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التعبیر، باب رویا من الله

۳۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دار المعرفۃ، بیروت، ج:۱،ص:۲۰

۳۳۔ ابن قیم الجوزی، زاد المعاد، دار الریان، بیروت، ۱۹۸۷ء، ج:۱،ص:۷۸-۸۰۔ علامہ عینی نے بیان کردہ صورت میں چھٹے طریقوں میں اسرافیلؑ کے وحی کیے جانے کا ذکر کیا ہے۔ (بدرالدین العینی، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، مطبع مصطفی البابی الحلبی، مصر، ۱۹۷۲ء، ج:۱،ص:۴۴) علامہ انور شاہ کشمیری محدث نے وحی کیے جانے کی کل تین صورتیں بیان کی ہیں۔ تیسری صورت میں دو احتمال ظاہر کیا ہے: فرشتے کا انسانی شکل میں ظاہر ہونا اور نہ ہونا۔ اس طرح یہ چار صورتیں ہوئیں، جو بنیادی ہیں۔ پھر وہ ان صورتوں کی مختلف توجیہ کرتے ہیں جس سے اس کی تعداد سات ہوجاتی ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے: فیض الباری، ج:۱،ص:۱۴-۲۰)

۳۴۔ الجامع الصحیح، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی

۳۵۔ ابوعبداللہ محمد یزید الربعی، سنن ابن ماجہ، ابواب التجارت، باب الاقتصاد فی طلب المعیشة

۳۶۔ الجامع الصحیح، کتاب فضائل القرآن، باب کیف نزول وحی واول مانزل۔ احمد بن حنبل امام شیبانی، مسند احمد، ج:۲، ص:۱۰۷۔ علامہ عینی فرشتے کے حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں آنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ وہ بہت خوب صورت تھے۔ ان کی خوب صورتی کا یہ عالم تھا کہ اپنے چہرے کو کپڑے سے چھپا کر چلتے تھے کہ مبادا کوئی فتنے میں نہ پڑ جائے۔ (عمدۃ القاری، ج:۱،ص:۴۴)

۳۷۔ الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب سوال جبرئیل النبی۔ابوالحسن مسلم بن حجاج القشیری،المسند الصحیح مسلم،کتاب الایمان،باب الایمان والاحسان۔

۳۸۔ الجامع الصحیح، کتاب بدءالوحی، باب کیف کان بدء الوحی

۳۹ حضورؐ نے جبرئیل امین کوان کی اپنی اصل شکل میں دومرتبہ یا تین مرتبہ دیکھا ہے۔دونوں طرح کی روایتیں ملتی ہیں۔مشہور یہی ہے کہ دوہی مرتبہ دیکھا ہے۔(الجامع الصحیح۔کتاب بدء الخلق، باب اذاقال احدکم آمین الملائکۃ فی السماء فوافقت احدہ،کتاب التفسیر،تفسیر سورۃ النجم۔صحیح مسلم،کتاب الایمان، باب معنی قول عزوجل ولقد رء اہ نزلۃ اخری۔جامع الترمذی،کتاب التفسیر، باب سورۃ النجم۔مسند احمد،ج:۱،ص:۳۹۵اور۴۰۷

۴۰۔ زادالمعاد،ج:۱،ص:۸۰

۴۱۔ علوم القرآن (تقی عثمانی)ص:۵۰،بحوالہ: مناہل العرفان، فی علوم القرآن،مطبع عیسی البابی، الحلبی، مصر،۱۳۷۲ھ،ج:۱، ص:۴۴

۴۲۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، مجموعہ فتاوئی، مطبع سعودی عربیہ، ج:۱۲،ص:۵۸۲-۵۹۸

۴۳۔ تفصیلی مطالعہ کے لیے ملاحظہ کریں: جلال الدین السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، مطبع الازہریہ مصر،۱۹۲۵ء،ص:۳۹-۴۳۔ بدرالدین محمد بن عبداللہ الزرکشی، البرہان فی علوم القرآن، دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان، ج:۱،ص:۲۲۹-۲۳۰

۴۴۔ الجامع الصحیح، کتاب بدءالوحی، باب کیف کان بدء الوحی

۴۵۔ محمد ادریس کاندھلوی، سیرۃ المصطفٰے، دارالکتاب، دیوبند، ج:۱،ص:۱۳۰

۴۶۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ،......

۴۷۔ فتح الباری، ج:۱،ص:۲۳

۴۸۔ الجامع الصحیح، کتاب بدءالوحی، باب کیف کان بدء الوحی

۴۹۔ علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النبیؐ، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ،۲۰۰۳ء، ج:۱،ص:۱۴۴

۵۰۔ تفہیم الاحادیث، ج:۲،ص:۱۸-۱۹۔مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، رسائل ومسائل، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، دہلی، ۱۹۸۹ء، ج:۳،ص:۱۷۵

۵۱۔ الجامع الصحیح، کتاب بدءالوحی، باب کیف کان بدء الوحی

۵۲۔ الجامع الصحیح، کتاب بدءالوحی، باب کیف کان بدء الوحی۔کتاب بدءالخلق، باب ذکر الملائکۃ۔صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بدء الوحی الیٰ رسول اللہؐ

۵۳۔ صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب حد الزنا

۵۴۔ الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب لایستوی القعدون۔کتاب الصلوٰۃ، باب مایذکر فی الفخذ۔جامع الترمذی، ابواب التفسیر، سنن نسائی، کتاب الجہاد، باب فضل المجاہدین علی القاعدین، ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب رخصۃ فی القعود من العذر

۵۵۔ الجامع الصحیح،کتاب المغازی،باب غزوۃ الطائف۔صحیح مسلم،کتاب الحج،باب تحریم الطیب،فی الحج والعمرة

۵۶۔ مسند احمد،ج:۶،ص:۱۱۸

۵۷۔ علوم القرآن(صبحی صالح)ص:۶۲

۵۸۔ سیرۃ المصطفیٰ،ج:۱۔۱۳۷

۵۹۔ الجامع الصحیح،کتاب التعبیر،باب اول مابدء به رسولؐ الرویا

۶۰۔ مولانا شبیر عثمانی،فضل الباری،(مرتب:عبدالرحمٰن فاضل)اسلامی اکیڈمی،ڈھاکہ،۱۴۰۹،ج:۱،ص:۱۷۱-۱۷۲

۶۱۔ احمد شہاب الدین الخفاجی،من نسیم الریاض فی شرح قاضی عیاض،مطبع الازہریہ،المصر ۱۳۲۷ء،ج:۴،ص:۲(حاشیہ)

۶۲۔ خالد مسعود،حیات رسول امی،دارالتذکیر،اردو بازار،لاہور،۲۰۰۳،ص:۱۰۹

۶۳۔ سرسید احمد خاں لکھتے ہیں:''ہم نے یہ خوبی ثابت کردیا ہے کہ عیسائیوں کا اتہام آنحضرتؐ کو بیماری صرع کے ہونے کا صدق سے محض معرا ہے،تاہم سرولیم میور صاحب کی اس رائے کو کہ آنحضرتؐ کے صرعی غشوں نے ان کے ذہن میں اپنی رسالت کا خیال پیدا کردیا تھا اور ان کے متبعین کا بھی یہی اعتقاد تھا تمام منصف مزاج اور غیر متعصب لوگوں کے روبرو پیش کرنا چاہتے ہیں اور پھر یہ سوال کرتے ہیں کہ آیا یہ بات قرین قیاس ہے کہ ایسا آدمی جس کو ہر شخص مصروع جانتا ہو اپنے صرعی غشوں کو اپنے رسول برحق ہونے کے ثبوت میں پیش کرے جو اپنی قوم کی بت پرستی کے استیصال کے واسطے بھیجا گیا ہو اور تمام لوگ جو اس کی بیماری اس بیماری سے واقف ہیں اس کے عزیز واقارب اور جمیع اکابر عرب اس کی رسالت کو دل سے تسلیم کرلیں اور ہر شخص اپنے دین آبائی سے منحرف ہوکر اس کے قول وفعل پر ایمان کامل لے آوے۔''(سرسید احمد خان،الخطبات الاحمدیہ،سرسید اکیڈمی،علی گڑھ مسلم یونیورسٹی،۲۰۰۳،ص:۴۵۵)

۶۴۔ ڈاکٹر محمد عارف عمری(مرتب)اسلام اور مستشرقین،دارالمصنفین شبلی اکیڈمی،اعظم گڑھ،۲۰۰۶ء،ج:۷،ص:۲۲۰

۶۵۔ سیرۃ النبیؐ مع سیرت نگار،بسملہ کتاب گھر،دہلی،۲۰۰۵ء،ص:۶۴۸

۶۶۔ خطبات احمدیہ۔ص:۴۵۳-۴۵۴

۶۷۔ مسند احمد

۶۸۔ ڈاکٹر عبدالقادر جیلانی،اسلام،پیغمبر اسلام اور مستشرقین مغرب،اریب پبلیکیشنز،دہلی،۲۰۰۷ء،ص:۲۸۴

۶۹۔ علوم القرآن(صبحی صالح)ص:۳۷

۷۰۔ سید رشید رضا مصری،وحی محمدی(مترجم اردو:عبدالرزاق ملیح آبادی)مطبع وسنہ ندارد،ص:۲۷-۲۸

۷۱۔ اسلام اور مستشرقین،ج:۷،ص:۲۶

۷۲۔ مباحث القرآن،ص:۳۶

۷۳۔ صحیح مسلم،کتاب الصلوٰۃ،باب حجة من قال البسملة آية من اول كل سورة سوره براء ة

۷۴۔ الاتقان فی علوم القرآن،ج:۱،ص:۲۳-۲۴